

طالبان حدیث کو چند نصائح

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

علم حدیث میں اپنی کم مائیگی و بے بضاعتی کے پورے اعتراف کے ساتھ اپنے زمانہ تدریس اور علمی و فکری حلقوں سے مناسبت و تعلقات کی روشنی میں ان قارئین کے لئے جن کا تعلق دینی مدارس اور علم و تحقیق کے مراکز سے ہے، اپنے ان مخلصانہ مشوروں اور تجربات و مشاہدات کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے، جو راقم کو حاصل ہوئے ہیں:

(۱) پہلی چیز جس کا اہتمام بہت زیادہ ضروری اور اہم ہے، وہ کتب حدیث کے درس و تدریس اور بحث و تحقیق میں اخلاص و احتساب اور تصحیح نیت ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ان خالص دینی واجبات و اعمال میں (جس کو انسان محض امر الہی کی تعمیل اور رضائے الہی کے حصول کے لئے کرتا ہے) ایمان و احتساب کی شرط لگائی ہے، اس لئے کہ ان اعمال میں بھی بعض مرتبہ ماحول کا دباؤ اور لوگوں کے قیل و قال اور تنقید و ملامت کا خوف شامل ہو جاتا ہے، اور انسان ان اعمال کو بھی معاشرے کے اثر سے اور ملامت کے خوف سے کرتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دینی واجبات و اعمال میں بھی حصول ثواب و رضائے الہی اور حصول تقرب کی نیت کے احتضار کی قید لگائی، اور یہ بات نبی ہی کہہ سکتا ہے، جس پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے، اور وہ انسانی کمزوریوں اور خواہشات نفسانیہ کے اسباب اور شیطانی مکانہ سے بخوبی واقف ہوتا ہے، ارشاد نبوی ہے: ”من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ“ یعنی: ”جس نے رمضان کے روزے رکھے، ایمان و احتساب کی نیت سے، تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف کر دے گا۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے: ”من قام لیلة ایماناً و احتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ“ یعنی: ”جو لیلة القدر میں ایمان و احتساب کی نیت سے عبادت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ سب گناہوں کو معاف فرما دے گا۔“

تو جب انسان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ رمضان کے روزے اور شب قدر کی عبادت کو (جب کہ ان میں مشقت و مجاہدہ، اور ان کو صرف تقرب الی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کے لئے کرے) ایمان و احتساب سے خالی

ہو کر کرے، تو وہ اعمال و مساعی جن کے متعدد مقاصد و فوائد ہو سکتے ہیں، ان کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے، اس لئے ان مساعی و مشاغل میں اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے کہ ان میں اجر و ثواب کی نیت کا احتضار ہو، اور انفرادی و اجتماعی فوائد ملحوظ ہوں، اور اس کی تبلیغ و دعوت ہو، اس کی روشنی میں معاشرے کا جائزہ لیا جائے، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل ہو کہ: ”نضر الله امرء سمع منا شيئا فبلغه كما سمعه، فرب مبلغ أوعى من سامع“ اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے، جس نے ہم سے کچھ سنا، پھر ویسے ہی اس کو دوسروں کو پہنچا دیا، بسا اوقات جس کو اس نے پہنچایا ہے، وہ سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے!

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کی ابتدا بڑی حکمت سے کی ہے اور اس میں توفیق الہی شامل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے یہ حدیث ذکر کی ہے: ”انما الاعمال بالنيات، وانما لكل امرئ ما نوى، فمن كانت هجرته الى دينا يصيبها اوالى امرءة ينكحها فهجرته الى ماهاجر اليه“۔ اس حدیث سے کتاب کی ابتدا میں امام بخاریؒ کے دواہم مقاصد ہیں: پہلا مقصد تو یہ ہے کہ امام صاحبؒ نے یہ ارشاد فرمادیا کہ ان کا جمع و تالیف کا یہ عمل محض رضائے الہی کے حصول اور ثواب کی امید میں ہے، اور اس لئے کہ کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو صحیح سندوں سے ثابت ہے، اس کو عام طور پر مسلمانوں اور خاص طور پر علماء اور حدیث سے اشتغال رکھنے والوں تک پہنچا دیا جائے۔

دوسرا مقصد امام صاحبؒ کا یہ ہے کہ وہ پڑھنے والوں کو بھی صحیح نیت کی دعوت دیں، اور رضائے الہی کے حصول کا جذبہ یاد دلانیں، اس طرح یہ حدیث شریف کی کسی بھی کتاب کے لئے بہترین دیباچہ اور مقدمہ ہے۔ علم حدیث کے طلبہ اور مطالعہ کرنے والوں کے لئے سب سے ضروری یہ ہے کہ وہ اپنی نیّتوں کی تصحیح کریں، اپنے اندر اخلاص و احتساب پیدا کریں، تقرب الی اللہ کا جذبہ بیدار کریں، اس کے ثواب اور توفیق کی امید رکھیں، اور طلب دنیا اور مادی اغراض و مقاصد کو دل سے نکال دیں، شہرت و نام وری اور حصول دنیا کا جذبہ ان کے اندر نہ ہو، اگر بغیر قصد و ارادے کے بھی یہ بات دل میں پیدا ہوتی ہو تو اس کو کھرچ دیں۔

(۲) ایمان و احتساب اور حدیث نبویؐ کی قدر و منزلت کی معرفت کے ساتھ ساتھ اس کا وہ ادب و احترام جو اس کے شایان شان ہے، تو اضع و فروتنی کا اظہار، اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی توفیق و سعادت پر اس کا شکر بجالانا بھی ضروری ہے، اس سلسلے میں حدیث کے مدرسین و معلمین اور اس کی قدر پہچاننے والے اور اس توفیق الہی پر اس کا شکر کرنے والے طلبہ حدیث کے عجیب و محیر العقول واقعات تاریخ کی زینت ہیں، کہ وہ کس طرح اس کے درس و مطالعے کے وقت با وضو رہتے، اور آداب ملحوظ رکھتے، اور انصاف سے کام لیتے، اور جس نے اس کے خلاف کیا، احادیث اور کتب حدیث کے ساتھ سوء ادب اور اہانت کا معاملہ کیا، اور سخت تنقیدیں کیں، ان کے بارے میں ایسے واقعات موجود ہیں، جن کو سن کر رو نگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، کہ کس درجہ وہ الحاد و دہریت کا شکار ہو گئے، اور غضب الہی کا نشانہ بنے، اللہ تعالیٰ

تمام مسلمانوں اور طالبانِ علوم و دینیہ کو اس دردناک انجام سے محفوظ فرمائے۔

(۳) قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ بعثت شریف کے بنیادی مقاصد میں تعلیم کتاب و سنت اور تزکیہ نفوس ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمُ الْمَالِمَ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ (سورۃ بقرہ: ۱۲۹) جس طرح (جملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، اور تمہیں پاک بناتے ہیں، اور کتاب (قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں، اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

اور فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، وَانْكَانُوا مِنْ قَبْلِ لَفِي ضَلَالٍ مَبِينٍ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۶۳) خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَانْكَانُوا مِنْ قَبْلِ لَفِي ضَلَالٍ مَبِينٍ﴾ (سورۃ جمعہ: ۲) اور وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) پیغمبر بنا کر بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے، اور انہیں (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں، اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

تو تزکیہ نفوس بعثت کے بنیادی مقاصد میں سے ہے، اور ان بڑے مظاہر میں سے ہے جن میں معجزہ نبوی، شریعت اسلامی اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا، اور یہ مسئلہ اخلاق کی تہذیب، فضائل سے آراستہ ہونے اور ذائل سے پاک ہونے کا ہے، کہ وہ مسلمان جو اس نبوی مدرسہ و تربیت گاہ سے تربیت یافتہ ہیں، اخلاق کی بلندی اور انسانی اقدار میں کامل نمونہ ہوں، اور یہ سب کچھ نور نبوت اور تعلیمات نبوی کا فیضان ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی عملی تفسیر ہوں کہ: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (سورۃ احزاب: ۲۱) اور تم کو پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی (کرنی) بہتر ہے، (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو، اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ حکمت کو متعدد جگہوں پر ان ہی اخلاق و آداب نبوی کے لئے استعمال فرمایا ہے، اس مسئلہ (تہذیب اخلاق و تزکیہ نفوس) کی اہمیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک سے بھی ظاہر ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق“ میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کر دوں۔ تو یہ اس کی بہترین مثال اور افضل ترین نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (سورۃ قلم: ۴) بلاشبہ آپ تولد اخلاق پر ہیں۔

تو خاص طور سے کتب حدیث و دواوین سنت لئے استفادہ کرتے وقت تزکیہ نفوس، تہذیب اخلاق، اتباع سنت، تعلیمات و آداب نبوی کی پیروی کے پہلوؤں کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، ہر حدیث کا طالب علم چاہے کہ معلم و محقق ہو، اس کو لوگوں کے لئے اخلاق و معاملات میں، طور و طریق میں اسوہ و نمونہ ہونا چاہئے، علم حدیث اور سیرت و سنت سے اشتغال کی تاثیر اس کی زندگی سے نمایاں ہو، اس کا طور و طریق اس کی اثر پذیریری پر ایک روشن دلیل ہو، اور یہ چیز لوگوں کو (خاص طور پر ان ممالک میں جن میں اکثریت غیر مسلموں کی ہو، یا وہاں مغربی تہذیب کا غلبہ ہو) اس امتیاز و تفوق کے اسباب پر غور و فکر پر آمادہ کرے، اور اسلام و سیرت نبوی کے مطالعے پر مجبور کرے، یہ دعوت اسلام کا ایک بہترین ذریعہ اور ذرائع اختیار کئے بغیر اس کو متوجہ کرنے کا ایک اچھا راستہ ہے۔ اس مقصد کے لئے خاص طور پر ان احادیث صحیحہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے، جن میں خاص طور پر اس موضوع پر توجہ کی گئی ہے۔ ان اہم ترین کتابوں میں امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ کی ”الأدب المفرد“ ہے، دوسری کتاب جو اس موضوع پر تصنیف کی گئی، وہ حافظ کبیر ذکی الدین عبد العظیم منذری دمشقی (متوفی ۶۵۶ھ) کی ”التربیع والتہذیب“ ہے، جو چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

تیسری کتاب ”ریاض الصالحین“ ہے، اس فہرست میں راقم کے والد ماجدؒ کی ”تہذیب الاخلاق“ بھی شامل ہے، جو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ آخر میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ وہ مذاہب فقہیہ جن پر زمانہ قدیم سے عمل چلا آ رہا ہے جن میں احکام کے استنباط و استخراج کی بنیاد کتاب و سنت ہے، ان کو بد فہم ملامت نہ بنایا جائے، اس لئے کہ یہ بے موقع صلاحیتوں کا ضائع کرنا اور دوست سے برسر پیکار ہونا ہے۔ بے شک اجتہادی اختلافات کے اظہار کی گنجائش موجود ہے، بشرطے کہ نیت درست ہو، زہد و تقویٰ اور اخلاص پایا جاتا ہو، کتاب و سنت کا احترام ہو، اور ان کو اساس اول قرار دیا جائے، اور جن کو اللہ نے قبولیت و مقبولیت عطا فرمائی اور شہرت و عہد سے نوازا، ان کا بھی احترام کیا جائے۔

ان تمام چیزوں کے بجائے تمام تر توجہات اور اللہ کی دی ہوئی صلاحیتیں کتاب و سنت کی تحقیق و مطالعے اور قرآن و حدیث سے استدلال میں صرف کی جائیں، اور اللہ تعالیٰ نے جو ذریعہ بیان، قوت و خطابت و استدلال عطا فرمایا ہے، ان کو شرک و بدعات اور ان کے مظاہر کی تردید میں لگایا جائے، خاص طور پر ان ملکوں میں جہاں اسلام عجمی فاقین کے ذریعے داخل ہوا، اور جہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، اور مسلمان بھی ان ہی رسوم و عادات اور عقائد و تقلیدات میں ملوث ہوں، اور جہاں طویل و قفے ایسے گزرے ہیں کہ حدیث شریف کے مطالعہ و تحقیق، اس کی نشر و اشاعت، قرآن مجید میں غور و فکر، اس کی تعلیمات کا علم اور علاقائی زبانوں میں اس کی نشر و اشاعت کا کام بند رہا ہو، جیسا کہ ہمارے ملک ہندوستان کا مسئلہ ہے۔

اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے صاحبزادگان و خلفاء خاص طور پر حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے اصحاب مولانا ولایت علی صادق پوریؒ اور مولانا کرامت علی جوہر پوریؒ کے طریقہ کار کو اپنایا جائے، جن میں آخر الذکر کے ذریعہ بنگلہ دیش میں لاکھوں اشخاص کے عقائد کی تصحیح ہوئی، اور وہ بدعات سے تابع ہوئے۔